امام حسن عسکری(ع) کی انفرادی اور اجتماعی سیرت

مؤلف: مولانا حیدر رضا

امام حسن عسکریؑ آٹھ ربیع الثانی ۲۳۲ھ میں جمعہ کے دن مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی علی نقیؑ تھا اور آپ کی معزز والدہ سلیل، حدیثہ اور سوسن کے نام سے معروف تھیں۔[۱] آپ کے مشہور القاب ہادی، رفیق، زکی، خالص، سراج اور عسکری ہیں۔ آپ کی مدت امامت چھ سال تھی جس کی ابتداء ۲۵۴ھ میں ہوئی اور ۲۶۰ھ میں آپ کی شہادت کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

آپ اپنی پوری زندگی خاص کر اپنے دور امامت میں وقت کی طاغوتی طاقتوں سے مبارزہ کرتے رہے جس کے سبب آپ کو جلا وطن بھی کیا گیا اور وحشتناک اور تاریک قید خانوں میں مقید بھی کیا گیا بالآخر ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ میں شہر سامراء میں ۲۸ برس کی عمر میں پندرہویں عباسی خلیفہ (احمد معتمد) کے ذریعہ پر اسرار طور پر زہر دغا سے شہید کر دیئے گئے۔ امام علیہ السلام کی حیات مبارکہ درج ذیل ظالم و جابر خلفاء کے دور میں گذری:

(۱) ابن جعفر متوکل) (۲) محمد منتصر (۳) ابو العباس احمد مستعین (۴) ابو عبد اللہ معتز (۵) محمد مہتدی (۶) احمد معتمد۔ چونکہ آپ کو عسکر نامی محلے (جو عباسی ترک فوجیوں کی رہائش گاہ تھا) میں رکھا گیا تھا لہٰذا آپ کو عسکری کہا جاتا ہے۔[۲]

حضرت حجت بن الحسن امام زمان علیہ السلام آپ کے اکلوتے بیٹے اور جانشین ہیں جو آپ کی شہادت کے بعد کشتی ولایت و امامت کے ناخدا قرار پائے۔ اگرچہ آج ان کے وجود کا سورج پردہ غیب میں

۱۔ بحار الانوار (جلد ۵۰) ص ۲۳۶؛ مناقب آل ابی طالب (جلد ۳) ص ۵۲۳ ـ ۵۲۴

۲۔ منتخب التواریخ، ص ۸۲۸؛ بحار الانوار (جلد ۵۰) ص ۲۳۶؛ اصول کافی (جلد ۱) ص ۵۰۳، باب مولد ابی محمد الحسن بن علی

ہے لیکن ایک دن ایسا آئے گا جب حکم خدا سے ظہور فرما کر ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

یوں تو امام حسن عسکری علیہ اسلام کی امامت پر بہت سی معتبر دلیلیں موجود ہیں لیکن انہیں معتبر دلائل میں سے ایک حسب ذیل روایت بھی ہے:

یحی بن یسار قنبری نقل کرتے ہیں کہ:

"امام علی نقی (امام ہادی) علیہ السلام نے اپنی شہادت سے چار مہینے پہلے اپنے بیٹے امام حسن عسکری علیہ السلام سے ایک وصیت کی اور ساتھ ہی ساتھ ان کی امامت و خلافت کی طرف اشارہ بھی کیا اور پھر انہوں نے متعدد دوستوں اور شیعوں کو میرے ہمراہ اس وصیت پر گواہ بنایا"۔[۱]

اس مضمون میں ہم امام حسن عسکری علیہ السلام کی ان انفرادی اور اجتماعی خصوصیات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو مثل خورشید تاریخ کے صفحات پر تاباں اور درخشاں ہیں:

۱۔ عبادت

امام حسن عسکریؑ بھی اپنے آباء کرام ہی کی طرح عابدوں کی زینت، سجدہ کرنے والوں کے سید و سردار اور عابد شب زندہ دار تھے آپ کی ذات عبادت الٰہی کے سلسلہ سے بھی تمام مخلوقات خداوندی کے لئے اسوۂ حسنہ اور بہترین نمونۂ عمل تھی۔ (ہے اور ہمیشہ رہے گی)۔ نماز کے وقت تمام کاموں کو چھوڑ دیا کرتے تھے اور کسی بھی چیز کو نماز پر فوقیت نہیں دیتے تھے۔

ابو ہاشم جعفری اس بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

"ایک دن میں گیارہویں امام کی خدمت اقدس میں پہونچا تو میں نے دیکھا کہ

۱۔ اعلام الوری (جلد ۲) ص ۱۳۶؛ اصول کافی (ج۱) ص ۳۲۵، باب الاشارۃ والنص علی ابی محمد، حدیث ۱؛ ارشاد المفید (جلد ۲) ص ۳۱۴؛ الفصول المھمۃ (جلد ۲) ص ۱۰۷۹؛ الغیبۃ للطوسی، ص ۲۲۴، بحار لانوار (جلد ۵۰) ص ۲۴۶؛ کشف الغمۃ (جلد ۳) ص ۱۹۹

امام حسن عسکری علیہ السلام کچھ تحریر فرمارہے ہیں۔ تبھی نماز کا وقت آپہونچا۔امام علیہ السلام تحریر کو چھوڑ کر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔"[۱]

امام حسن عسکریؑ کی عبادت دلوں کو اس طرح مجذوب کر لیتی تھی کہ صاحبان دل یاد خدا میں مشغول ہو جایا کرتے تھے یہاں تک کہ گمراہ اور منحرف افراد بھی صراط مستقیم اور راہِ نجات پر گامزن ہو جایا کرتے تھے اور ان کا شمار وقت کے عبادت گزار اور تہجد گزار افراد میں ہونے لگتا تھا۔ بدترین لوگ آنحضرت کی ملکوتی جذابیت کے سبب بہترین انسان بن گئے۔

ایک دن بعض بنی عباس نے صالح بن وصیف (مھتدی عباسی کے چیف آف ملٹری کمانڈر) سے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ امام حسن عسکریؑ پر قید خانے کی زندگی کو تنگ کر دے اور ان پر ظلم وزیادتی کرے تو صالح بن وصیف نے جواب دیا کہ میں نے اپنے دو نہایت ہی بے رحم، سنگدل، خونخوار اور برے جیلروں (زندان بانوں) کو ابو محمد ابن الرضا (امام حسن عسکری علیہ السلام) پر سختی کرنے کے لئے مقرر کر دیا ہے لیکن اب وہ دونوں ابو محمد (امام حسن عسکریؑ) کی معیت کے سبب بالکل بدل چکے ہیں اور عبادت و مناجات کے اعلی درجے کی طرف قدم بڑھا چکے ہیں۔

پھر صالح بن وصیف نے ان دو جیلروں کو بلایا اور بنی عباس کی موجودگی میں ان سے امام علیہ السلام کے حالات کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ان کے بارے میں کیا کہیں جو عابد شب زندہ دار ہیں دن میں روزہ رکھتے ہیں اور ساری رات عبادت الٰہیہ میں بسر کرتے ہیں اور ہمیشہ ذکر الٰہی ان کے ورد زباں ہے اور ان کی ہیبت کا یہ عالم ہے کہ جب بھی ہمیں دیکھتے ہیں تو ہمارے بدن شدت خوف سے لرز اٹھتے ہیں اور ہم اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ جب بنی عباس نے یہ سب باتیں سنیں تو حیران و پریشان ہو کر واپس چلے آئے۔[۲]

۱۔ بحار الانوار (جلد ۵۰) ص ۳۰۴؛ عیون المعجزات، ص ۱۲۳

۲۔ بحار الانوار (جلد ۵۰) ص ۳۰۸؛ اعلام الوری (جلد ۲) ص ۱۵۰؛ ارشاد المفید (جلد ۲) ص ۳۳۴؛ اصول کافی (جلد ۱) ص ۵۱۲ وفیات الائمہ من علماء البحرین والقطیف، ص ۴۱۰

۲۔ سخاوت

چونکہ ائمہ اطہار علیہم السلام انسانی اعلی صفات کی بہترین مثال اور مکمل نمونۂ عمل ہیں لہٰذا زندگی کے ہر ایک مرحلے میں ان کی رفتار و کردار ان کے پیروکاروں کے لئے درس آموز اور معاون ومددگار ہے اور انہیں خوبصورت اور اعلی صفات میں سے ایک سخاوت بھی ہے۔

یوں تو دنیا میں حاتم طائی کی جود وسخا اور دریادلی کے بڑے چرچے ہیں لیکن درحقیقت حاتم طائی جیسے سخی کی سخاوت بھی خاندان عصمت و طہارت کی جود و سخا کے سامنے سجدہ ریز ہے۔امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں ان کی سخاوت کا ڈنکا بج رہا تھا اور ہر طرف ان کی جود وسخا کا بول بالا تھا۔

محمد بن علی کا بیان ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آیا جب ہماری زندگی غربت و مفلسی کا شکار ہو گئی اور ہمارے ایامِ زندگی مشکل بھری راہوں سے گزرنے لگے تو میرے والد نے مجھ سے یہ کہا کہ : چلو اب ابو محمد (امام حسن عسکریؑ) کی خدمت میں چلتے ہیں کیوں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ سخی و فیاض ہیں اور اس لئے بھی کہ ہر طرف ان کی جود و سخا کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ میں نے کہا : بابا ! کیا آپ انہیں پہچانتے ہیں ؟ تو انہوں نے جواب دیا؛ نہیں میں نے تو انہیں کبھی دیکھا بھی نہیں ہے۔

ہم ایک ساتھ روانہ ہوئے راستہ میں مجھ سے میرے والد نے یہ کہا کہ اگر امام علیہ السلام ہمیں ۵۰۰ درہم عطا فرمائیں تو کتنا اچھا ہوتا۔اور اس طرح ہم اپنی ضروریات زندگی کو بھی پورا کر لیتے۔ ۲۰۰ سو درہم کے کپڑے خرید لیتے تو ۲۰۰ درہم قرض کے ادا کر دیتے اور بقیہ ۱۰۰ درہم میں نان و نفقہ اور دوسرے اخراجات کو پورا کر لیتے۔

تبھی میرے ضمیر کی آواز آئی کہ : اے کاش وہ مجھے بھی ۳۰۰ درہم عطا فرماتے تو ۱۰۰ درہم کی ایک سواری خریدتا اور ۱۰۰ درہم نان و نفقہ میں خرچ کرتا اور پہاڑی علاقوں (پہاڑی علاقوں سے مراد ہمدان اور قزوین کے علاقے ہیں) کی طرف سفر کرنے کے لئے ۱۰۰ درہم کے مناسب کپڑے اور پوشاک خرید لیتا۔ جب ہم امام علیہ السلام کے گھر کے قریب پہونچے تو امام حسن عسکری علیہ السلام کا غلام گھر سے باہر آیا اور آکر کہنے لگا کہ علی بن ابراہیم اور ان کا فرزند محمد گھر میں داخل ہو جائیں۔

جب ہم گھر میں داخل ہوئے تو امام علیہ السلام کو سلام کیا جواب سلام کے بعد امامؑ نے میرے والد سے یہ کہا کہ: "اے علی! آخر ہماری ملاقات کے درمیان کون سی چیز حائل تھی کہ جس کے سبب تم اب تک ہمارے پاس نہیں آئے تھے؟"

میرے والد نے عرض کیا کہ: اے میرے آقا! میں شرمندہ تھا اس بات سے کہ میں اس عالم میں آپ سے ملاقات کروں جب کہ غربت و مفلسی کی زنجیروں اور بیڑیوں نے مجھے جکڑ رکھا ہے۔

امام علیہ السلام کے دیدار کے بعد جب ہم ان کے گھر سے باہر نکلے تو ان کا خادم بھی گھر سے باہر آیا اور درہم کی ایک تھیلی میرے والد کے حوالہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ پانچ سو درہم ہیں۔ دو سو درہم لباس و پوشاک کی خریداری کے لئے اور دو سو درہم قرض کی ادائیگی کے لئے اور بقیہ سو درہم نان و نفقہ اور دیگر اخراجات کے لئے۔

اس کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام کے غلام نے درہم کی ایک دوسری تھیلی میرے حوالے کی اور پھر مجھ سے کہا کہ یہ تین سو درہم ہیں۔ سو درہم سواری کی خریداری کے لئے اور سو درہم لباس و پوشاک کی خریداری کے لئے اور بقیہ سو درہم دوسرے اخراجات کے لئے لیکن حکم امام علیہ السلام یہ ہے کہ پہاڑی علاقوں کا سفر نہ کرنا بلکہ سوراء جانا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ:

"جب میں حکم امام علیہ السلام کے مطابق سوراء پہونچا تو میری شادی ایک با اخلاق خاتون سے ہوئی جس کے بعد میں کبھی بھی غربت و مفلسی میں گرفتار نہیں ہوا"۔[۱]

۳۔ زہد و پارسائی

کامل بن ابراہیم مدنی امام حسن عسکری علیہ السلام کے زہد کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ: کچھ سوالوں کے جواب حاصل کرنے کی غرض سے میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ سفید اور نرم لباس پہنے ہوئے ہیں فوراً میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ولیِ خدا اور

۱۔ اصول کافی (جلد ۱) کتاب الحجۃ، باب مولد ابی محمد الحسن بن علی، حدیث ۳، صفحہ ۵۰۶، بحار الانوار (جلد ۵۰) ص ۲۷۸؛ ارشاد المفید جلد ۲ صفحہ ۳۲۶

حجت خدا ہو کر خود تو نرم و نازک لباس پہنتے ہیں اور ہمیں برادران دینی سے ہمدردی کا حکم دیتے ہیں اور نرم و نازک لباس پہننے سے روکتے ہیں۔

میرے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ امام علیہ السلام زیر لب مسکرائے اور پھر انہوں نے میری اس غلط فہمی کا اس انداز سے ازالہ کیا کہ اپنی آستینوں کو چڑھا لیا تو میں نے دیکھا کہ وہ سیاہ رنگ کا خشن اور ضخیم لباس پہنے ہوئے ہیں۔

پھر امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ :

یَا کَامِلُ هٰذَا لِلّٰہِ وَ هَذَا لَکُم۔ ترجمہ : اے کامل یہ کھردار اور خشن لباس میں نے خدا کے لئے پہن رکھا ہے اور یہ نرم و نازک لباس تم جیسے افراد کے لئے پہنے ہوئے ہوں۔[۱]

۴۔ دوست تو دوست دشمن بھی آپ کے مدح سرا اور قصیدہ خواں تھے

آپ کے معنوی فضائل و کمالات کے سبب دوست و دشمن ہر ایک آپ کے شیفتہ و شیدا تھے اور دل سے آپ کے مرید اور آپ کے گرویدہ تھے۔ اپنے ارادہ سے یا غیر ارادی طور پر وہ آپ کا احترام کیا کرتے تھے .مثال کے طور پر ہم یہاں دو واقعات ذکر کر رہے ہیں۔

(۱) احمد بن عبید اللہ بن خاقان قمی حاکم وقت کا نمائندہ اور شہر قم کے خراج (ٹیکس) کا انچارج تھا اور ساتھ ہی ساتھ اہل بیت اطہار علیہم السلام کے بہت سخت دشمنوں اور انہیں اذیت پہونچانے والوں میں سے ایک تھا۔ ان سب کے باوجود بھی وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے اخلاقی خصوصیات و صفات کے بارے میں کچھ اس طرح بیان کرتا ہے کہ :

”شہر سامراء میں رفتار و کردار عفت و پاکدامنی ، شائستگی اور شان و شوکت کے لحاظ سے میں نے ابن الرضا (امام حسن عسکری علیہ السلام) سے بہتر کسی اور علوی کو دیکھا ہی نہیں۔ وہ اپنے خاندان قبیلہ بنی ہاشم اور تمام لوگوں میں (یہاں تک کہ وزراء ، سپہ سالاران لشکر ، اشراف قوم و قبیلہ ، اور عالی ظرف افراد کی

۱۔ مستدرک الوسائل (جلد ۳) ص ۲۴۳۔۲۴۴؛ مستدرک سفینۃ البحار (جلد ۹) ص ۲۲۰

بزم میں بھی) سب سے زیادہ عزیز اور محترم تھے۔اور میں نے اس حقیقت کا مشاہدہ خود اپنی انہیں آنکھوں سے کیا ہے۔

ایک دن میرے والد (جو حکومت کی ایک نمایاں شخصیت تھے) نے ایک عمومی جلسہ کا انعقاد کیا جبکہ میں ان کے پاس کھڑا تھا۔ تبھی محافظوں نے اطلاع دی کہ ابو محمد ابن الرضا (امام حسن عسکری علیہ السلام) دروازہ پر ہیں اور دربار میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو میرے والد نے بلند آواز سے کہا کہ: انہیں اندر آنے دو ۔ میں ان سب کی گفتگو سے حیرت زدہ تھا کیوں کہ میں نے اب تک صرف اسی چیز کا مشاہدہ کیا تھا کہ میرے والد کے حضور میں صرف انہیں افراد کا کنیت سے تعارف کرایا جاتا رہا ہے جو خلیفہ یا ولی عہد رہے ہوں۔اسی اثنا میں ایک گندم گوں، خوش قامت، حسین و جمیل اور مناسب قد و قامت کا جوان اپنے مخصوص انداز میں دربار میں داخل ہوا۔

جیسے ہی میرے والد کی نظر ان پر پڑی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے استقبال اور خیر مقدم کے لئے کچھ قدم آگے بڑھے۔اگرچہ اس سے پہلے کبھی بھی میں نے اپنے والد کو کسی ہاشمی یا کسی فوجی کمانڈر کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔اور جب میرے والد ان کے قریب پہونچے تو پہلے معانقہ کیا اور پھر ان کے رخسار مبارک اور سینہ کا بوسہ لینے لگے اور بعد از آں انہیں اپنے تخت پر بٹھایا اور انہیں تخت پر بٹھانے کے بعد خود بھی ان کے پہلو میں بیٹھ گئے اور خلوص دل سے ان کے ساتھ محو گفتگو ہو گئے۔

گفتگو کے درمیان میرے والد مسلسل کہہ رہے تھے "میں آپ پر فدا ہو جاؤں – میں آپ پر قربان ہو جاؤں ۔"اس نامعلوم (اور ناشناختہ) جوان کے ساتھ میرے والد کی احترام آمیز ملاقات ہر لحظہ میری حیرت میں اضافہ کا سبب بن رہی تھی۔ خدا حافظی (الوداعی دعا و سلام) کے وقت میرے والد بڑے ہی احترام کے ساتھ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دروازہ تک آئے۔

ابو محمد (امام حسن عسکری علیہ السلام) کے چلے جانے کے بعد میں نے اپنے والد کے غلاموں سے یہ پوچھا کہ: آخر وہ کون تھے جن کا تعارف تم لوگوں نے میرے والد کے حضور میں کنیت کے ذریعہ کرایا تھا اور میرے والد بھی ان کے ساتھ اتنے احترام سے پیش آرہے تھے؟

تو انہوں نے جواب دیا کہ:

"وہ ایک علوی ہیں۔ انہیں حسن بن علی (علیہما السلام) کہا جاتا ہے اور وہ ابن الرضا کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔"

ان کی یہ باتیں حیرت افزا تھیں اور مسلسل میری حیرت میں اضافہ کا سبب بن رہی تھیں لہذا جب رات آئی اور معمول کے مطابق میں نے اپنے والد کو تنہا پایا تو میں نے ان سے یہ سوال کیا کہ:

"بابا! آخر وہ جوان کون تھے جن کا آج صبح میں نے دیدار کیا تھا اور آپ جن کا اتنا زیادہ احترام کر رہے تھے اور ان سے گفتگو کرنے کے درمیان آپ بار بار کہہ رہے تھے کہ (میں آپ پر فدا ہو جاؤں — میں پر قربان ہو جاؤں) اور آپ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ (میں بھی اور میرے ماں باپ بھی آپ پر فدا ہو جائیں؟)"

میرے والد نے جواب دیا کہ:

"بیٹا! وہ رافضیوں کے امام حسن عسکری بن علی ہیں جو ابن الرضا کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ پھر انہوں نے مختصر سی ایک خاموشی کے بعد یہ بیان کیا کہ:

اے میرے پیارے بیٹے! اگر زمام حکومت خلفاء بنی عباس کے ہاتھوں سے نکل جائے تو بنی ہاشم میں سے ان کے سوا کوئی مستحق حکومت نہیں ہوگا اور ایسا خود ان کی اپنی فضیلت، عفت و پاکدامنی، زہد و پرہیزگاری، ذاتی شائستگی اور ان کے بہترین اخلاق کے سبب ہے۔ اور اگر تم نے ان کے والد کا دیدار کیا ہوتا تو درحقیقت ایک مہذب، نجیب، معزز اور بافضیلت شخصیت کا دیدار کیا ہوتا۔

یہ تذکرے سن کر میں حیرت و تعجب کے دریا میں ڈوب سا گیا اور میرے والد کی بہ نسبت میرا غصہ بڑھتا چلا گیا۔ میری نظروں میں میرے والد کی باتیں مبالغہ آمیز تھیں لہذا اب میرا دل صرف اسی بات کا متمنی اور خواہشمند تھا کہ میں حسن بن علی (علیہما السلام) کے متعلق جستجو اور تحقیق کروں۔ اور ان کی شخصیت کے متعلق تفحص سے کام لوں لہذا جب میں نے حسن بن علی (علیہما السلام) کے بارے میں بنی ہاشم، سپہ سالاران لشکر، مصنفین، قضات، فقہاء اور دوسرے افراد سے سوال کیا تو میں ان سب کے نزدیک ابو محمد ابن الرضا کو عظیم المرتبت، بزرگ اور معزز پایا۔

اس تفحص کے بعد میں بھی ان کے اخلاق و کردار کا قائل اور مرید ہو گیا اور میں اس نتیجہ پر پہونچا

کہ دوست تو دوست ، دشمن بھی ان کا ثناء خواں اور قصیدہ خواں ہے۔[۱]

(۲) محمد بن اسماعیل نقل کرتے ہیں کہ :

علی بن نارمش ایک ناصبی اور دشمنان اولاد علی علیہ السلام میں سے ایک تھا اور اولاد علی علیہ السلام کو سب سے زیادہ اذیتیں دیا کرتا تھا۔ایک زمانہ ایسا بھی آیا جب اسی کے زندان میں امام حسن عسکری علیہ السلام کو قید کیا گیا اور حاکم وقت نے یہ حکم دیا کہ جتنی اذیت ابو محمد (امام حسن عسکری علیہ السلام) کو پہونچا سکتا ہے پہونچا اور ان پر جتنی سختیاں کر سکتا ہے کر۔اگرچہ امام حسن عسکری علیہ السلام صرف ایک دن اس کے زندان میں مقید تھے لیکن پھر بھی اس کی نظروں میں امام علیہ السلام کی عظمت اس قدر بلند ہو چکی تھی کہ وہ امام کے سامنے اپنی نگاہوں کو نیچی رکھتا تھا۔ اور جب امام علیہ السلام اس کے قید خانہ سے باہر آئے تو امام حسن عسکری علیہ السلام کے متعلق اس کی بصیرت سب سے زیادہ تھی اور تمام لوگوں میں علی بن نارمش ہی وہ شخص تھا جو امام حسن عسکری علیہ السلام کی مدح و ستائش سب سے بہتر انداز میں کیا کرتا تھا۔[۲]

(۵) لوگوں میں تفکر و استدلال کی قوت کو فروغ دینا

اسحاق کندی جو ایک عراقی فلسفی تھا اس نے تناقضاتِ قرآن (یعنی آیاتِ قرآنی ایک دوسرے کی ضد ہیں)کے متعلق ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا اور اسے اس کتاب کو مرتب کرنے کا اتنا زیادہ شوق تھا کہ وہ لوگوں سے کنارہ کش ہو کر اپنے گھر میں تنہائی کے عالم میں اس کتاب کی تدوین و تالیف میں مشغول ہو گیا۔

ایک دن اس کا ایک شاگرد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے اس سے یہ سوال کیا کہ : یہ بتاؤ کیا تم میں کوئی ایسا رشید ، ہونہار، تعلیم یافتہ اور خداترس انسان نہیں ہے جو تمہارے استاد کو اس قسم کی کتاب تحریر کرنے سے روکے ؟

۱۔اصول کافی (جلد ۱)کتاب الحجۃ باب مولد ابی محمد الحسن بن علی ، حدیث ۱، ص ۵۰۳-۵۰۶ ؛ارشاد لمفید (جلد ۲) ص ۳۲۵-۳۲۱ ؛ اعلام الوری (جلد ۲) ص ۱۴۷ ؛ کمال الدین و تمام النعمۃ، ص ۶۸ ؛ کشف الغمۃ (جلد ۳) ص ۲۰۲ ؛ بحار الانوار (جلد ۵۰) ص ۳۲۹

۲۔اصول کافی (جلد ۱) ص ۵۰۸؛کتاب الحجۃ باب مولد ابی محمد الحسن علی، حدیث ۸

تو اس شاگرد نے یہ عرض کیا کہ : ہم تو ان کے شاگرد ہیں۔ آپ بتائیں آخر کس طرح ہم ان کے اس کام میں یا ان کے کسی اور کام میں ان پر اعتراض کر سکتے ہیں ؟ تو امام علیہ السلام نے اس سے ایک اور سوال کیا: اچھا یہ بتاؤ جو کچھ میں تم سے کہوں گا تو کیا وہ تمام باتیں تم اپنے استاد سے نقل کر سکتے ہو ؟

تو اس نے جواب دیا : ہاں ! تو امام علیہ السلام نے اس سے کہا : اپنے استاد (اسحاق کندی) کے پاس جاؤ اور اس کے ساتھ محبت سے پیش آنا اور وہ جو کرنا چاہتا ہے اس میں اس کی مدد کرنا ! اور جب رفاقت و انسیت کا رابطہ بر قرار ہو جائے تو پھر یہ کہنا کہ میرے ذہن میں ایک سوال آیا ہے کیا میں آپ سے وہ سوال کر سکتا ہوں ؟ تو وہ تمہیں سوال کرنے کی اجازت دے دیگا للذا تم اس سے پوچھنا کہ : کیا یہ ممکن ہے کہ آیات قرآنی سے جن معانی و مفاہیم کو آپ نے درک کیا ہے متکلم قرآن کی مراد ان معانی و مفاہیم کے سوا کچھ اور ہی ہو ؟

تو وہ جواب دے گا کہ : ہاں ایسا ممکن ہے کہ میری مراد کچھ اور ہو اور خداوند متعال کی مراد کچھ اور تو تم اسی وقت یہ کہنا کہ : آپ کو کیسے معلوم کی آپ قرآنی آیات سے وہی معانی سمجھ رہے ہیں جو مراد متکلم قرآن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قرآنی آیات سے جن معانی و مطالب کو آپ نے درک کیا ہے متکلم قرآن (خدا) نے ان آیات سے دوسرے معانی و مفاہیم کا ارادہ کیا ہو اور آپ ان الفاظ کو ان کے معنی مقصود میں استعمال نہ کر رہے ہوں ؟

امام علیہ السلام نے مزید ارشاد فرمایا کہ : وہ ایک ذہین انسان ہے لٰہذا یہی ایک سوال اسے اس کی غلطی کا احساس دلانے کے لیے کافی ہوگا۔

شاگرد اپنے استاد کی خدمت میں پہونچا اور امام علیہ السلام کے حکم کے مطابق عمل کرتا رہا اور اپنے استاد کے ساتھ محبت و مہربانی سے پیش آتا رہا اور جب مکمل طور پر سوال وجواب کے لیے راستہ ہموار ہو گیا تو اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کے سوال کو اس انداز سے پیش کیا کہ :

کیا یہ ممکن ہے کہ آیات قرآنی سے جن معانی و مفاہیم کو آپ نے درک کیا ہے متکلم قرآن (یعنی خداوند متعال) کی مراد ان معانی و مفاہیم کے برعکس ہو ؟

اسحاق کندی نے اپنے شاگرد کے سوال کو بڑے ہی غور سے سنا اور پھر اپنے شاگرد سے کہا : اپنے سوال کی تکرار کرو۔ جیسے ہی شاگرد نے اپنے سوال کی تکرار کی اسحاق کندی تفکر وتدبر کے دریا میں غرق ہو

گیا اور پھر اس نے کہا: ہاں یہ ممکن ہے کہ مراد متکلم کچھ اور ہو اور مخاطب مراد متکلم کے سوا کچھ اور ہی سمجھ رہا ہو۔

اسحاق کندی یہ جانتا تھا کہ اس کا شاگرد خود سے ایسے سوال پیش ہی نہیں کر سکتا لہٰذا اس نے اپنے شاگرد کو قسم دے کر کہا یہ بتا کہ یہ سوال تیرے ذہن میں کہاں سے آیا ہے اور اس سوال کا حقیقی منبع و ماخذ کون سی ہستی ہے؟ شاگرد نے کہا: جناب کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ سوال میرے ہی ذہن میں آیا ہو؟

استاد نے جواب دیا: "نہیں بلکہ اس سوال کا سرچشمہ کوئی عظیم ہستی ہے۔" شاگرد نے جواب دیا کہ ہاں اس سوال کا سرچشمہ ایک عظیم ہستی ہی ہے اور وہ ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی ذات والا صفات ہے۔

استاد نے کہا کہ: ہاں اب تم حقیقت بیانی سے کام لے رہے ہو۔

وَ مَاکَانَ لِیَخْرُجَ مِثْلُ ہٰذَا إِلَّا مِنْ ذٰلِکَ الْبَیْتِ ۔ ترجمہ: اس قسم کے سوالات صرف اسی خاندان سے صادر ہو سکتے ہیں اور یقیناً ایسے سوالات صرف اور صرف خاندان عصمت و طہارت کو ہی زیب دیتے ہیں۔

حقیقت کو درک کر لینے اور اپنی غلطی کی طرف متوجہ ہو جانے کے بعد اسحاق کندی نے آگ روشن کرنے کا حکم دیا اور تناقضات آیات قرآن (یعنی آیات قرآنی ایک دوسری کی ضد ہیں) کے متعلق لکھے ہوئے تمام نوشتوں کو اس نے نذر آتش کر دیا۔[1]

۶۔ اقتصادی کلچر کو فروغ دینا

زندگی میں صحیح حکمت عملی اقتصادی اور معاشی ترقی کا سبب ہے۔ اگر منصوبہ بندی درست ہو تو معاشرہ روز بہ روز ترقی کے منازل کو طے کرتا چلا جاتا ہے۔ اس بارے میں بھی امام حسن عسکری علیہ السلام کی سیرت قابل توجہ نکات کی حامل ہے لہٰذا ہم ذیل میں اسی کے متعلق ایک داستان نقل کر رہے ہیں۔

محمد بن حمزہ سروری نقل کرتے ہیں کہ:

میں نے اپنے دوست ابو ہاشم جعفری کے ذریعہ ایک خط امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت

۱۔ المناقب (جلد ۳) ص ۵۲۵-۵۲۶؛ بحار الانوار (جلد ۵۰) ص ۳۱۱ و جلد ۱۰، ص ۳۹۲

اقدس میں ارسال کیا اور آنحضرت سے درخواست کی کہ وہ یہ دعا کریں کہ خداوند متعال مجھے وسعت رزق عطا فرمائے اور مفلسی و تنگدستی سے نجات دے دے۔

وہ وقت بھی آیا کہ جب میں نے ابو ہاشم کے ذریعہ امام علیہ السلام کا جواب حاصل کیا تو آنحضرت نے اس خط میں کچھ اس طرح تحریر فرمایا تھا:

مَاتَ ابْنُ عَمِّکَ یَحیٰ بْنَ حَمْزَۃَ وَ خَلَّفَ مِأَۃَ أَلْفِ دِرْہَمٍ وَ ہِیَ وَارِدَۃٌ عَلَیْکَ فَاشْکُرِ اللہ ' وَ عَلَیْکَ بِالْإِقْتِصَادِ وَ اِیَّاکَ وَ لْإِسْرَافَ فَإِنَّہُ مِنْ فِعْلِ الشَّیْطَنَۃِ ۔ترجمہ: تمہارے چچازاد بھائی یحیٰ بن حمزہ کا انتقال ہو چکا ہے اور اس نے ایک لاکھ درہم میراث اور ورثہ کے طور پر چھوڑے ہیں اور یہ درہم (وراثت میں) تم تک منتقل ہونے ولے ہیں لہٰذا اللہ کا شکر ادا کرو اور میانہ روی (کفایت شعاری) سے کام لو اور اسراف سے بچتے رہو کیوں کہ اسراف ایک شیطانی عمل ہے۔

کچھ دنوں کے بعد شہر حرّان سے ایک قاصد آیا اور میرے چچازاد بھائی کے سرمایہ سے مربوط جتنے بھی دستاویز تھے اس نے سب میرے حوالے کر دیئے۔ان دستاویز کے درمیان ایک خط تھا جسے پڑھ کر مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرے چچازاد بھائی یحیٰ بن حمزہ کی وفات عین اسی دن ہوئی تھی جس دن امام علیہ السلام نے مجھے اس خبر سے آگاہ فرمایا تھا۔

امام علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق اس طرح میں تنگدستی اور مفلسی کی قید و بند سے آزاد ہو گیا اور الٰہی حقوق کو ادا کر لینے اور برادران دینی کے ساتھ احسان کرنے کے بعد حکم امام کے مطابق میں نے اپنی زندگی کو کفایت شعاری اور میانہ روی پر منظّم کر لیا۔اگر چہ ماضی میں میں ایک فضول خرچ اور مسرف انسان تھا۔

۷۔ تقیہ کے بارے میں تاکید

امام حسن عسکری علیہ السلام نہضت اسلامی کے تحفظ اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کی ثقافت کو فروغ دینے کے لئے مختلف راہ وروش سے استفادہ کیا کرتے تھے۔چونکہ امام حسن عسکری علیہ السلام عباسی ظالم و جابر سلاطین کے دور حکومت میں زندگی بسر کر رہے تھے اور مذہب تشیع اور اس کے پیروکاروں (یعنی شیعوں) کے متعلق بڑے خطرات سے آگاہ و باخبر تھے لہٰذا ہمیشہ اپنے شیعوں اور پیروکاروں کو تقیہ پر عمل

کرنے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے:

> لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَ مَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَ يُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهُ وَ إِلَى اللهِ الْمَصِيرُ۔ ترجمہ: خبردار صاحبان ایمان مومنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا ولی اور سرپرست نہ بنائیں اور جو بھی ایسا کرے گا اس کا خدا سے کوئی بھی تعلق اور رابطہ نہیں ہوگا مگر یہ کہ تمہیں کفار سے خوف ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے اور خدا تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے (کیوں کہ وہ غفور و رحیم ہونے کے ساتھ ہی ساتھ قہّار اور عزیز بھی ہے) اور اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔[1]

مذکورہ آیت تقیہ کے بارے میں ہے اور اسی آیت کے مطابق امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے شیعوں کو تقیہ کرنے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے اور اس طرح اپنے شیعوں کی جان و مال کا تحفظ کیا کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں ایک روایت قابل ملاحظہ ہے: حلبی (امام حسن عسکری علیہ السلام کے عقیدت مندوں میں سے ایک) یہ نقل کرتے ہیں کہ: ہم شہر سامراء کے عسکر نامی محلے میں اکٹھا ہو کر امام حسن عسکری علیہ السلام کی (تشریف آوری) کے منتظر تھے۔ کیوں کہ یہ دن امام علیہ السلام کے گھر سے باہر آنے کا دن تھا تبھی آنحضرت کا ایک خط ہمیں موصول ہوا جس میں امامؑ نے کچھ اس طرح تحریر فرمایا تھا:

> أَلَا لَا يُسَلِّمَنَّ عَلَيَّ أَحَدٌ وَ لَا يُشِيرُ إِلَيَّ بِيَدِهِ وَ لَا يُوْمِئُ فَإِنَّكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ ۔ ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ کہ اس صورت حال میں تم میں سے کوئی بھی مجھے سلام نہ کرے اور اپنے ہاتھ اور سر سے میری طرف اشارہ بھی نہ کرے کیوں کہ تمہاری جان خطرہ میں ہے۔[2]

۱۔ سورہ آل عمران، آیت ۲۸

۲۔ بحار الانوار (جلد ۵۰) ص ۲۶۹؛ الخرائج والجرائح (جلد ۱) ص ۴۳۹

۸۔ معاشرہ میں آل محمد علیہم السلام کے مقام و منزلت کی دلیلیں

ابو ہاشم بیان کرتے ہیں کہ: میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے سوال کیا کہ اے میرے سید و سردار اس آیت کریمہ کی تفسیر کیا ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِ نَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ۔

ترجمہ: پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان افراد کو بنایا کہ جنہیں خود ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کر لیا کہ ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدا کی اجازت سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں اور در حقیقت یہی بہت بڑا فضل و شرف ہے۔[۱]

تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:

"آیت میں مذکور ان تینوں گروہوں کا تعلق آل محمد سے ہے۔ان میں سے جس نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو وہ وہی شخص ہے جس نے امام کا اقرار نہیں کیا ہے اور ان میں سے مقتصد وہ ہے جو مقام امامت کو پہچانتا ہے اور تیسرا وہ گروہ جو فضل و شرف کے حصول میں سبقت کرنے والا ہے خود معصوم ائمہ ہیں۔"

ابو ہاشم بیان کرتے ہیں کہ: میں یہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ کتنی عظیم فضیلت ہے جو اللہ نے آل محمد علیہم السلام کو عطا فرمائی ہے اور یہ سوچ کر کچھ دیر اشک بہاتا رہا۔ تبھی امام حسن عسکری علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ: تم جو آل محمد کی عظمت کے بارے میں غور و فکر کر رہے ہو آل محمد اس سے کہیں بلند و برتر ہیں۔ اللہ کا شکر ادا کرو کہ تم ان افراد میں سے ہو جو دامن اہلبیت علیہم السلام سے متمسک ہیں اور جب قیامت کے دن دوسرے لوگوں کو ان کے رہبر و رہنما کے ساتھ بلایا جائے گا تو تم خیر پر ہو گے اور اہلبیت علیہم السلام کے پیروکاروں میں ہوگے۔[۲]

۱۔ سورہ فاطر، آیت ۳۲

۲۔ قطب الدین راوندی، الخرائج والجرائح (جلد ۲) ص ۶۸۷؛ بحار الانوار (جلد ۵۰) ص ۲۵۸ ۔۲۵۹؛ کشف الغمۃ (جلد ۳) ص ۲۱۵

۹۔تولی و تبری کا اہتمام

معاشرتی (سماجی) نقطۂ نظر سے بھی امام حسن عسکری علیہ السلام کی عملی سیرت ان کے پیروکاروں کے لئے شائستہ اور عالی نکات کی حامل ہے۔آنحضرت کی معاشرتی زندگی کا ایک سب سے اہم اصول یہ تھا کہ آپ تولی و تبری پر بہت ہی زیادہ توجہ دیا کرتے تھے۔اور متعدد مقامات میں یہ چیزیں دیکھنے میں بھی آئی ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے شیعوں کو اہلبیت علیہم السلام سے محبت کرنے اور دشمنان اہلبیت سے بیزاری کا حکم دیا کرتے تھے۔

مثال کے طور پر ایک دن علی بن عاصم کوفی (جو ایک نابینا تھے) امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے سلام و جواب کے بعد امام علیہ السلام سے گفتگو کرنے کے درمیان انہوں نے خاندان نبوت سے اپنی مخلصانہ اور والہانہ محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے یہ بیان کیا کہ:

میں اپنے دست قدرت سے آپ کی مدد کرنے سے قاصر ہوں آپ کی محبت و ولایت،آپ کے دشمنوں سے نفرت و بیزاری اور خلوت میں ان پر لعنت کرنے کے سوا میں اور کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ان سب کے باوجود آپ مجھے یہ بتائیں کہ میں محبت و مودت کے کس مرحلہ میں ہوں؟

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:

میرے والد بزرگوار نے میرے جد حضرت رسول خداؐ سے اس روایت کو نقل فرمایا ہے کہ:

مَنْ ضَعُفَ عَلَى نُصْرَتِنَا أَهْلَ الْبَيْتِ وَ لَعَنَ فِي خَلَوَاتِهِ أَعْدَاءَنَا بَلَّغَ اللّٰهُ صَوْتَهُ إِلَى جَمِيعِ الْمَلَائِكَةِ۔۔۔فَإِذَا بَلَغَ صَوْتُهُ إِلَى الْمَلَائِكَةِ اسْتَغْفَرُوْا لَهُ وَأَثْنَوْاعَلَيْه ۔

ترجمہ: جو شخص ہم اہل بیت کی مدد کرنے سے قاصر ہے اور تنہائیوں میں (مخفیانہ طور پر) ہمارے دشمنوں پر لعنت بھیجتا ہے تو خداوند عالم اس کی آواز کو تمام فرشتوں تک پہونچاتا ہے اور جب اس کی آواز فرشتوں تک پہونچتی ہے تو وہ اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اس کی مدح و ستائش کرتے ہیں۔

امام حسن عسکریؑ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ:

تمام فرشتے اس شخص کے حق میں اس طرح دعا کرتے ہیں: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى رُوْحِ عَبْدِكَ هٰذَ الَّذِي بَذَلَ فِي نُصْرَةِ اَوْلِيَائِهِ جُهْدَهُ وَلَوْقَدَرَ عَلَى أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ لَفَعَلَ ۔

ترجمہ: اے اللہ! اپنے اس بندے کی روح پر رحمت نازل کر جس نے اپنے اولیاء کی نصرت میں اپنی تمام تر کوششوں کو صرف کر دیا ہے اور اگر وہ اس سے زیادہ کچھ اور کر سکتا تو ضرور کرتا۔

تبھی خداوند عالم کی طرف سے یہ آواز آتی ہے کہ اے میرے فرشتوں! میں نے اپنے اس بندہ کے حق میں تمہاری دعاؤں کو قبول کر لیا اور میں نے اس کی روح پر رحمتیں نازل کر دیں اور اس کی روح کو ابرار اور اپنے بہترین بندوں کی ارواح کے ہم ردیف قرار دیا۔[1]

۱۰۔ شبہات کا جواب دینا

امام حسن عسکری علیہ السلام کی معاشرتی زندگی کا ایک اہم پہلو معاشرہ کے ثقافتی اور دینی شبہات کا جواب دینا تھا۔ ابوہاشم بیان کرتے ہیں کہ: ایک دن ابو بکر فہفکی نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے یہ سوال کیا کہ: آخر کیوں ایک بے بس اور لاچار عورت کو میراث کا ایک حصہ اور مرد کو دو حصہ دیا جاتا ہے؟ امام علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا:

قَالَ: لِئَنَّ الْمَرْأَةَ لَيْسَ لَهَا جِهَادٌ وَلَا نَفَقَةٌ وَ لَا عَلَيْهَا مَعْقُلَةٌ اِنَّمَا ذٰلِکَ عَلَى الرِّجَالِ۔ ترجمہ: کیوں کہ جہاد، نان و نفقہ اور قتل خطا کی دیت ادا کرنا عورتوں کے ذمہ نہیں ہے بلکہ یہ سب مردوں کے ذمہ ہے۔

ابوہاشم جعفری نقل کرتے ہیں کہ: میں نے خود سے یہ کہا کہ اس سے پہلے بھی میں نے سنا تھا کہ ابن ابی العوجاء نے امام صادق علیہ السلام سے یہی سوال کیا تھا اور انہوں نے بھی یہی جواب دیا تھا۔ میرے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ:

نَعَمْ هٰذِهِ مَسْأَلَةُ ابْنِ اَبِی الْعَوْجَاءِ وَ الْجَوَابُ مِنَّا وَاحِدٌ اِذَا كَانَ مَعْنَى الْمَسْأَلَةِ وَاحِدًا جَرَى لِآخِرِنَا مَا جَرَى لِاَوَّلِنَا وَ اَوَّلُنَا وَ آخِرُنَا فِی الْعِلْمِ وَ الْاَمْرِ سَوَاءٌ وَ لِرَسُولِ اللّٰهِ وَ الامِيْرِالْمُؤْمِنِيْنَ فَضْلُهُمَا، ترجمہ: ہاں یہ سچ ہے کہ یہ ابن ابی العوجاء کا سوال ہے چونکہ

۱۔ بحار الانوار (جلد ۵۰) ص ۳۱۶-۳۱۷

سوال وہی تھا لہٰذا ہمارا جواب بھی وہی ہے (جو میرے جد امام صادقؑ نے دیا تھا) ہمارے اول و آخر (سب کے سب) علم اور امر امامت و خلافت میں یکساں اور برابر ہیں۔اور حضرت رسول خداؐ اور امیر المومنینؑ کی اپنی خوبیاں ہیں اور ان کے خود اپنے مخصوص فضائل و کمالات ہیں۔[1]

۱۱۔ علمائے ربّانی کی حوصلہ افزائی

ائمہ اطہار علیہم السلام کی جانب سے علماء ربانی اور پر عزم مفکرین کی حوصلہ افزائی اور حمایت نے اہلبیت علیہم السلام کی بے نیاز (غنی) اور ترقی پسند ثقافت کو نشر کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔خورشید امامت مولا امام حسن عسکری علیہ السلام شیعہ ثقافتی شخصیات کی قدر کرتے ہوئے، علماء اور علم دوست افراد کے دلوں کو امید کی کرن سے سرشار و لبریز کر دیا کرتے تھے۔ابو ہاشم جعفری جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے ایک حقیقی صحابی اور جناب جعفر طیار کے نبیروں میں سے تھے، نقل کرتے ہیں کہ:

ایک دن میں نے یونس بن عبد الرحمٰن کی تالیف کردہ (یوم ولیلہ) نامی کتاب کو امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش کیا تو مطالعہ کے بعد آنحضرت نے مجھ سے یہ پوچھا کہ:

یہ کتاب کس کی تحریر کردہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ: مولا! یہ کتاب یونس بن عبد الرحمٰن کی تصانیف میں سے ایک ہے تو امام حسن عسکری علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اَعْطَاهُ اللّٰهُ بِكُلِّ حَرَفٍ نُوْراً يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ترجمہ: خداوند عالم ہر اک لفظ کے بدلے قیامت کے دن اسے نور (روشنی) عطا کرے گا۔[2]

اور اسی طرح امام حسن عسکری علیہ السلام نے علی بن بابویہ قمیؒ (جو قم کے ممتاز شیعہ علماء میں سے ایک تھے) کی بھی ایک خط میں شائستہ اور بہترین الفاظ کے ذریعہ تعریف و ستائش کی ہے۔

امام علیہ السلام اپنے خط میں کچھ اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ:

۱۔ پیشوای یازدہم، ص ۲۴ ـ ۲۵؛ بحار الانوار (جلد ۵۰) ص ۲۵۵ ـ ۲۵۶؛ مناقب آل ابی طالب (جلد ۳) ص ۵۳۶؛ الکافی (جلد ۷) ص ۸۵

۲۔ رجال نجاشی، ص ۴۴۷

''اَمَّا بَعْدُ : اَوْصِیکَ یَا شَیْخِی وَ مُعْتَمَدِی وَ فَقِیْہِی أَبَالْحَسَنِ عَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْنِ الْقُمِّی! وَفَّقَکَ اللّٰہُ لِمَرْضَاتِہِ وَجَعَلَ مِنْ صُلْبِکَ اَوْلَادًا صَالِحِیْن بِرَحْمَتِہِ ... فَاعْمَلْ بِوَصِیَّتِی وَأْمُرْ جَمِیْعَ شِیْعَتِی بِمَا أَمَرْتُکَ بِہِ حَتّٰی یَعْمَلُوْا عَلَیْہِ وَ عَلَیْکَ بِالصَّبْرِ ۔ترجمہ: اے میرے محترم' قابل اعتماد فقیہ ابوالحسن علی بن حسین قمی! اللہ آپ کو اپنی رضا کے حصول کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رحمت کے ذریعہ آپ کے صلب میں نیک اور صالح اولاد قرار دے... آپ میری وصیت پر عمل کریں اور میرے تمام شیعوں کو ان چیزوں کا حکم دیں جن چیزوں کا میں نے آپ کو حکم دیا ہے تاکہ وہ بھی ان چیزوں پر عمل کریں اور خود بھی صبر کریں اور میرے شیعوں کو بھی صبر کا حکم دیں۔

یقیناً زمین خداوند عالم کی ملکیت ہے کہ جس کا وارث وہ اپنے بندوں کو بنائے گا اور عاقبت بخیری پرہیزگاروں کے لئے ہے اور تم پر' اور میرے تمام شیعوں پر خدا کی رحمت اور اس کا درود و سلام ہو۔[1]

۱۲۔ معتبر اور قابل اعتماد افراد کے ساتھ رازدارانہ تعلق قائم کرنا

سیاسی شدید دباؤ اور فوجی علاقوں میں اجباری اقامت اور دشمنوں کے زیر نگرانی ہونے کے باوجود بھی' امام حسن عسکری علیہ السلام نے (اپنی دوراندیشی کی بدولت) اپنے شیعوں کے ساتھ نہایت ہی عمیق رابطہ برقرار کیا تھا۔ مثال کے طور پر:

امام حسن عسکری علیہ السلام نے ایک دن داؤد بن اسود کو بلا کر انہیں ہتھیلی کی سائز کی ایک لمبی اور گول لکڑی دی اور یہ حکم دیا کہ وہ اس لکڑی کو عثمان بن سعید عمری (جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے نزدیک قابل اعتماد اور امام مہدی علیہ السلام کے پہلے نائب خاص تھے) تک پہونچا دیں۔

داؤد بن اسود بیان کرتے ہیں کہ:

میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کی غرض سے نکلا۔ راستہ میں میری ملاقات ایک ایسے سقّا سے ہوئی جس کے خچر نے راستہ روک رکھا تھا لہٰذا خچر کو ہٹانے کے لئے میں نے وہ لکڑی اٹھائی اور جیسے ہی خچر کو مارا وہ لکڑی شگافتہ ہو گئی۔ اب جو میری نظر لکڑی کے شگافتہ حصہ پر پڑی تو میں نے اس میں

۱۔ انوار البہیۃ، ص ۳۱۹ ــ ۳۲۰، بھجۃ الآمال (جلد ۵) ص ۴۱۹

کچھ خطوط دیکھے جو بہت ہی حفاظت سے رکھے گئے تھے لہٰذا میں نے اس لکڑی کو اپنی آستین میں چھپالیا اور ادھر سقّا نے شور و غوغا مچا دیا تھا اور میری اور میرے آقا کی مسلسل توہین کر رہا تھا اور دشنام آمیز کلمات اس کے ورد زباں تھے۔

مشن پورا کرنے کے بعد جب میں امام علیہ السلام کے گھر کے قریب پہونچا تو امام علیہ السلام کے خدمت گذاروں میں سے عیسیٰ نامی خدمت گذار نے میرا استقبال کرتے ہوئے مجھ سے یہ کہا کہ:

میرے سید و سردار تجھ سے یہ پوچھ رہے ہیں کہ آخر کیوں تم نے خچر کو مارا اور آخر کیوں ایسا عمل انجام دیا جس سے لکڑی ٹوٹ گئی؟ دوبارہ کبھی بھی کوئی ایسا عمل انجام نہ دینا جس کے سبب تمہیں معافی مانگنے کی ضرورت پڑ جائے اور غلطیاں دہرانے سے گریز کرو۔ اور اگر کسی کو ہماری شان میں گستاخی کرتے ہوئے یا ہمارے بارے میں دشنام آمیز کلمات کہتے ہوئے سنو تو توجہ نہ دو اور نہ ہی اپنا تعارف کراؤ کیوں کہ ہم اس سرزمین پر زندگی بسر کر رہے ہیں کہ جس کے حکمران ظالم و جابر اور بداخلاق و بداطوار ہیں لہٰذا اپنا راستہ چلتے رہو اور یہ جان لو کہ تمہاری تمام تر خبریں ہم تک پہونچ رہی ہیں اور ہم تمہارے حالات سے واقف ہیں۔[1]

۱۳۔ زمانہ کے خطرناک بحران سے معاشرہ کو نجات دینا

مورخین بیان کرتے ہیں کہ ایک ایسا زمانہ بھی آیا جب شہر سامراء میں ایک شدید قحط پڑا۔ وقت کے حاکم معتمد نے لوگوں کو نماز استسقاء (طلب باران کی نماز) پڑھنے کا حکم دیا۔ لوگ مسلسل تین دن تک نماز استسقاء پڑھتے رہے اور قنوت میں طلب باران کی دعائیں کرتے رہے لیکن بارش نہیں ہوئی۔ چوتھے دن جاثلیق (عیسائی پادریوں کا پیشوا اور مقتدا) عیسائیوں اور راہبوں کے ہمراہ صحرا میں پہونچا۔ انہیں میں سے ایک ایسا راہب بھی تھا جو جب بھی اپنے ہاتھ کو آسمان کی طرف بلند کرتا تھا تو موسلا دھار بارش ہونے لگتی تھی۔

اگلے دن بھی جاثلیق عیسائیوں اور راہبوں کے ہمراہ صحرا میں پہونچا اور جب اس مخصوص راہب نے اپنے ہاتھ کو آسمان کی طرف بلند کیا تو اس قدر بارش ہوئی کہ اب لوگ بارش کے خواہشمند اور متقاضی

۱۔ مناقب آل ابی طالب (جلد ۳) ص ۵۲۸ ـ ۵۲۹؛ بحار الانوار (جلد ۵۰) ص ۲۸۳؛ مستدرک الوسائل (جلد ۱۲) ص ۲۱۳

نہ تھے۔ عیسائیوں کا یہ عمل حیرت و تعجب کا پھندا اور شکوک و شبہات کا شکنجہ بن چکا تھا لہٰذا بعض مسلمان دین مسیحیت کی طرف راغب ہو گئے اور اس طرح اسلامی معاشرہ ایک خطرناک بحران کی زد میں آ گیا۔

یہ بات وقت کے حاکم پر بڑی شاق اور ناگوار گذری (کیوں کہ حاکم وقت معتمد نے اپنی حکومت کو خطرہ میں دیکھ لیا تھا) لہٰذا اس نے صالح بن وصیف کو حکم دیا کہ وہ قید خانہ جائے اور ابو محمد حسن بن علی علیہم السلام کو اپنے ہمراہ قید خانہ سے باہر لائے۔

جب امام حسن عسکری علیہ السلام معتمد کے پاس آئے تو اس نے امام علیہ السلام سے یہ عرض کیا کہ: اے ابو محمد اپنے جد حضرت رسول خداؐ کی امت کی امداد کو پہونچئے کیوں کی وہ منحرف ہو چکی ہے اور ضلالت و گمراہی کی وادیوں میں بھٹکتی پھر رہی ہے۔

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:

"اے معتمد! جاثلیق سے کہو وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کل بھی صحرا جائے۔

معتمد چونکہ امام کے مقصد سے واقف نہیں تھا لہٰذا اس نے سوال کیا کہ: اب جب لوگ بارش کے خواہشمند نہیں ہیں تو پھر صحرا جانے کا فائدہ کیا ہے؟"

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"اس لئے تاکہ میں شک و شبہہ کو بر طرف کر دوں اور ضلالت و گمراہی کی وادیوں میں بھٹکنے والے افراد کو راہِ راست اور حق کی ہدایت کر دوں۔ حاکم وقت کے حکم سے جاثلیق عیسائیوں اور پادریوں کے ہمراہ صحرا پہونچا اور ادھر محافظ دین و شریعت امام حسن عسکری علیہ السلام اس عالم میں صحرا پہونچے کہ آپ کے ہمراہ ایک جمع غفیر تھا۔"

اب جیسے ہی عیسائیوں اور راہبوں نے طلب باران کے لئے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی جانب بلند کیا تو گھٹائیں چھا گئیں اور سحاب رحمت جھوم جھوم کر برسنے لگا۔ تبھی امام علیہ السلام نے کچھ افراد کو یہ حکم دیا کہ وہ فلاں راہب کا ہاتھ پکڑ لیں اور اس کی انگلیوں کے درمیان جو کچھ ہے اسے باہر نکال لیں۔

حکم امام علیہ السلام کے مطابق جب لوگوں نے تلاشی لی تو اس کے انگلیوں کے درمیان آدمی کی ہڈی ملی۔ امام علیہ السلام نے ہڈی کو ایک کپڑے میں لپیٹنے کے بعد راہب کو حکم دیا کہ اب وہ طلب باران کے لئے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی جانب بلند کرے۔

راہب نے جو اس بار اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا تو بادل چھٹ گئے اور حق و حقانیت کا سورج فلک پر نمودار ہو گیا۔ لوگ حیران و پریشان تھے تبھی معتمد نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے سوال کیا کہ: اس ہڈی کی حقیقت کیا ہے؟

تو امام علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

"یہ ایک نبی کی ہڈی ہے اور انبیاء الٰہی کی ہڈیوں میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ جب بھی نبی کی ہڈی کھلے آسمان کے سامنے ظاہر ہو گی گھٹائیں چھا جائیں گی اور بارش ہونے لگے گی۔"

امام علیہ السلام کی تعریف و تحسین کے بعد جب لوگوں نے اس ہڈی کی آزمائش کی تو بالکل ویسا ہی ہوا جیسا کہ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا۔[1]

☆☆☆

۱۔ شرح احقاق الحق جلد ۱۲، صفحہ ۴۶۴ ۔ ۴۶۵؛ الفصول المہمۃ فی معرفۃ ائمۃ، ابن صباغ جلد ۲، صفحہ ۱۰۸۵؛ پیشوای یازدہم صفحہ ۲۲

منابع و مآخذ

❖ ابن ابی الفتح الاربلی، کشف الغمۃ، دار الاضواء، بیروت، لبنان ۱۴۰۵ھ
❖ ابن الصباغ، الفصول المہمۃ (جلد ۲)، دار الحدیث للطباعۃ والنشر، قم، ۱۴۲۲
❖ ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، المطبعۃ الحیدریۃ، نجف، ۱۳۷۵ھ
❖ حسین ابن عبد الوھاب، عیون المعجزات، المطبعۃ الحیدریۃ، نجف، ۱۳۶۹
❖ سید مرعشی، شرح احقاق الحق (جلد ۱۲)، مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی المرعشی النجفی، قم
❖ شیخ صدوق، کمال الدین و تمام النعمۃ، موسسۃ النشر الاسلامی، قم، ۱۴۰۵
❖ شیخ طبرسی، اعلام الوری (جلد ۲)، موسسۃ آل البیت علیہم السلام لاحیاء التراث، قم، ۱۴۱۷ھ
❖ شیخ طوسی، الغیبۃ، موسسۃ المعارف الاسلامیۃ، قم ۱۴۱۱ھ ق
❖ شیخ عباس قمی، انوار البہیۃ، موسسۃ النشر الاسلامی، قم، ۱۴۱۷ھ ق
❖ شیخ علی نمازی شاھرودی، متدرک سفینۃ البحار (جلد ۹)، موسسۃ النشر الاسلامی، قم، ۱۴۱۹
❖ شیخ کلینی، اصول کافی، دار الکتب الاسلامیۃ، تہران، ۱۳۶۳
❖ شیخ مفید، الارشاد (جلد ۲)، موسسۃ آل البیت علیہم السلام لاحیاء التراث، قم، ۱۴۱۴
❖ علامہ مجلسی، بحار الانوار (جلد ۵۰)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۳ھ
❖ قطب الدین الراوندی، الخرائج والجرائح، موسسۃ الامام المھدی، قم، ۱۴۰۹
❖ المیرزا النوری، متدرک الوسائل (جلد ۳)، موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، بیروت، لبنان
❖ نجاشی، رجال نجاشی، موسسۃ النشر الاسلامی، قم، ۱۴۱۶
❖ وفیات الائمہ، من علماء البحرین والقطیف، دار البلاغۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، ۱۴۱۲